بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن

أَمَّا بَعْدُ:

13. ایسے دلائل جو ثابت کرتے ہیں کہ فہم سلف حجت ہے (مثبت دلائل 26-20)

فہم السلف کی شرعی حیثیت کا درس جاری ہے اور فہم السلف کی حجیت کے تعلق سے دلائل بیان کر رہے تھے۔ آج کی نشست میں جہاں پر رکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں۔

20۔ دلیل نمبر بیس، سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ نے ایک مرتبہ ہمیں واعظ کیا، نصیحت کی۔ ''مَوْعِظَةً بَلِيغَةً'' (بلیغ قسم کا واعظ کیا)۔ اتنا بااثر تھا یہ موعظہ۔ ''ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ'' (یہاں تک کہ ہماری آنکھیں تر ہو گئیں آنسوؤں سے اور ہمارے دل ڈر گئے اور ان میں نرمی پیدا ہو گئی)'' فَقَالَ قَائِلٌ'' (تو کسی نے عرض کی)'' يَا رَسُولَ اللهِ!'' (اے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ!)'' كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ'' (یوں لگتا ہے کہ آپ کا الوداعی موعظہ ہے یہ)'' فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا'' (آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟)'' فَقَالَ'' (اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں)'' عَلَيْكُمْ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ'' (لازم پکڑو سمع اور اطاعت کو، فرماں برداری کو)'' وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ'' (اگرچہ تمہارے اوپر جو آمر ہے وہ حبشی غلام کیوں نہ ہو)۔ یعنی تمہارا حکمران اگر حبشی غلام ہے تب بھی اس کے لیے سمع و اطاعت ہے۔ اس کی شکل و صورت کیسی ہے؟ حبشی غلام کی حیثیت حبشی غلام ہے (شکل و صورت دیکھیں ذرا)۔ ''كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ'' (اس کا سر ایسا ہے جیسا کہ (کشمش دیکھی ہے؟) سوکھا انگور)۔ اگر اس کی شکل وصورت اتنی بُری ہے یعنی اس کا جو سر ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ ''زَبِيبَةٌ''۔ ''وَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي'' (اور میری سنت کو لازم پکڑو)'' وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي'' (اور خلفائے راشدین، مھدیین کی سنت کو بھی لازم پکڑو میرے بعد)'' تَمَسَّكُوا بِهَا'' (عَلَيْكُمْ کے لفظ میں حکم ہے اور ''تَمَسَّكُوا بِهَا'' پھر لازم پکڑو)۔ مزید تیسری تاکید ''وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ'' (اور اس کو مضبوطی سے اپنے دونوں ''نَوَاجِذ'' یعنی نوکیلے دانتوں سے پکڑے رکھو یعنی چھوٹنے نہ

پائے)''وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ''(میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں نئی چیزوں سے)''فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ''(بے شک ہر نئی چیز بدعت ہے)''وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ''(اور ہر بدعت گمراہی ہے)۔

اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کے تعلق سے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ نے ملایا ہے اپنی سنت کو اور اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت کو، خلفائے راشدین کی سنت کو اور اس کی اتباع کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ،یعنی خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع کا ایسا حکم دیا ہے جیسا کہ اپنے سنت کی اتباع کا حکم دیا ہے۔'' وبالغ في الأمر بها''اور بہت ہی زیادہ اس کا حکم دیا یہاں تک کہ انہیں یہ حکم دیا کہ دانتوں سے خاص طور پر نوکیلے دانتوں سے اسے مضبوطی سے پکڑو یعنی خلفائے راشدین کی سنت کو۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ،اس کے اندر یہ بات بھی شامل ہے کہ جو فتوے انہوں نے دیئے ہیں ان کے جو فتاویٰ ہیں وہ بھی شامل ہیں اور جو بھی سنتیں امت کے لیے انہوں نے قائم کی ہیں وہ بھی شامل ہیں اگرچہ آپ ﷺ سے ان میں سے کوئی چیز ثابت نہ ہو۔ اگر آپ ﷺ سے کوئی چیز ثابت ہوتی تب وہ عمل کرتے تو پھر وہ ان کی سنت نہیں ہوتی بلکہ آپ ﷺ کی سنت ہوتی۔ تو دونوں سنتوں کو الگ الگ کر کے بیان کر کے ایک ساتھ پھر ملانے کا مقصد یہ ہے امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی سنت الگ ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت الگ ہے اور جیسا آپ ﷺ نے اپنی سنت کا حکم دیا ہے ویسا ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت کا بھی حکم دیا ہے۔

پھر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے اندر ان سب کا فتویٰ شامل ہے یعنی اجماع شامل ہے یا ان میں سے اکثر کی بات یا ان میں سے بعض بھی اگر کوئی بات کرتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ نے خلفائے راشدین کی سنت کو جب بیان فرمایا ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ چاروں کا ہونا ایک وقت میں کسی مسئلے میں بلکہ جب ایک خلیفہ راشد تھا تو اس کی الگ سے سنت خلفائے راشدین ہی کی سنت تھی ورنہ سب کو ایک وقت میں بیان کرنا کیسے ممکن ہے؟ جو پہلا چلا گیا تو چلا گیا نا، وفات پا گیا نا اور دوسرا خلیفہ راشد ابھی تھا نہیں تو یہ ممکن نہیں کہ سب کا ہونا لازمی تھا امام صاحب یہ فرما رہے ہیں۔ تو گویا کہ ایک خلیفہ راشد کی سنت کا مطلب یہ ہے کہ سارے خلفائے راشدین کی سنت اس سے مراد ہے۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی جو باتیں ہیں آیئے دیکھتے ہیں میں دوبارہ سے بیان کرتا ہوں۔

1۔ وہ یہ فرما رہے ہیں آپ ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو آپ ﷺ نے ایک ساتھ بیان کیا ہے''فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي''اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خاص طور پہ خلفائے راشدین، سلف الصالحین

بعد میں خلفائے راشدین خاص طور پہ جن کی یہ بات ہو رہی ہے کیا وہ فہم کے بغیر کوئی مسئلہ یا کسی سنت پر بات کرتے؟ یا کوئی پہلے چیز سمجھتے فہم پہلے پھر کوئی عمل کرتے؟ تو فہم پہلے ہے اور فہم اس سے جدا ہر گز نہیں ہے اور پورا دین اسلام ہم نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سمجھ کو نہ دیکھیں۔

2۔ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ نے جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جب سنت کو ملایا ہے تو کس انداز سے ملایا ہے اپنی سنت کے ساتھ؟ فرمایا "عَضُّوا عَلَيْهَا" اور یہ نہیں فرمایا "عضوا علیہا"۔ ایک بنا دیا ہے، اہمیت دیکھیں آپ۔ اگر "عضوا علیہا" ہوتا تو وہ جدا تھی۔ جب دو سنتیں ہیں تو پھر لفظ "عَلَيْهَا" ہے "علیہا" نہیں ہے۔ جب "عَلَيْهَا" ہے تو اس کا مطلب ہے کہ جتنی حیثیت آپ ﷺ کی سنت کی ہے اتنی ہی حیثیت خلفائے راشدین کی سنت کی بھی ہے۔ اور آپ ﷺ کی سنت میں سے ہی ہے یعنی وہ مخالفت کبھی آپ ﷺ کی نہیں کریں گے۔

3۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی سنت کا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یعنی خلفائے راشدین کی سنت کا مقابلہ کس چیز سے کیا ہے ان کی ضد میں؟ بدعات کا کیا ہے اور بدعات سے آگاہ کیا ہے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت کے مخالف ہو گا وہی بدعت ہو گی۔ جو خلفائے راشدین کی سنت کے مطابق ہو گا وہ بدعت نہیں ہو گی کبھی۔

4۔ اس اختلاف کیوں کہ ایک روایت میں "مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا" لفظ آیا ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہے گا بہت سارے اختلاف دیکھے گا۔ تو کیا حل ہے اس کا؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا (میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا)۔ تو اختلاف سے باہر نکلنے کے لیے اور بدعت سے بچنے کے لیے جو راستہ آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ کیا ہے؟ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت ہے۔

جیسا کہ فرقۃ الناجیہ کے تعلق سے جس روایت میں آیا ہے اس میں بھی یہی ثبوت ملتا ہے کیوں کہ جو فرقۃ الناجیہ ہے وہ تا قیامت رہے گا اور نئے نئے مسائل در پیش ہوتے رہیں گے تو آپ ﷺ کی سنت کے انڈر ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف کی سنت ہے خاص طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خلفائے راشدین کی جو سنت ہے وہ آپ ﷺ کی سنت میں سے ہے اور جب اختلاف ہوتا ہے تو پھر واپسی آپ ﷺ کی سنت کی طرف ہوتی ہے اور خلفائے راشدین کی سنت کی طرف ہوتی ہے۔

5۔ بڑی پیاری بات فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ نے اختلاف کثیر میں جو اختلاف کثیر ہو گا اس میں نہ تو اپنی سنت کو شامل کیا اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت کو شامل کیا ہے۔ خلفائے راشدین کی سنت اور اپنی سنت کو اس

اختلاف کثیر سے باہر رکھا ہے کیوں کہ ضد ہیں دونوں نا۔ یا تو اختلاف کثیر ہے یا تو پھر سنت ہے آپ ﷺ کی اور خلفائے راشدین کی۔ تو جب ان کا ذکر کیا تو اس میں، اختلاف کثیر میں اس سنت کا ذکر نہیں کیا۔ اس سے کیا وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ فرماتے ہیں، اس سے یہ دلیل لی جاتی ہے کہ آپ ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کیوں؟ فرماتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾(النساء/82)

(کیا یہ قرآن مجید کا تدبر نہیں کرتے اگر یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو پھر اس میں بہت ہی اختلاف ان کو نظر آتا بہت ہی اختلاف پایا جاتا)

تو جب اختلاف کثیر کی بات آتی ہے تو اس میں ممکن نہیں ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز ہو اور جب آپ ﷺ نے اپنی سنت کو جوڑا ہے خلفائے راشدین کی سنت کے ساتھ اور اختلاف کثیر میں شامل نہیں کیا تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جیسا کہ آپ ﷺ کی سنت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور دین ہے اسی طریقے سے اجماع خاص طور پر، خلفائے راشدین کی سنت جو ہے وہ بھی اس میں شامل ہے۔ امام صاحب نے مطلقاً بات کی ہے، میں اجماع کی بات کر رہا ہوں کہ خاص طور پر اجماع ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ویسے تو مطلق بات کر رہے ہیں ان کے نزدیک بعض صحابہ کے بعد بھی حجت ہے لیکن ہم یہ کہہ رہے ہیں، ہمارے علماء اور ہم لوگ یہ کہتے ہیں کہ اجماع حجت ہے اور جہاں پر اختلاف ہوتا ہے تو اس کی تفصیل میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔

پھر ایک بات جو سوچنے کی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ کی سنت کو امت میں کس نے سب سے زیادہ سمجھا ہے؟ کس نے سب سے زیادہ توقیر کی ہے، احترام کیا ہے؟ کس نے سب سے زیادہ عمل کیا ہے؟ جس نے سب سے زیادہ عمل کیا ہے وہ سنت کے قریب ہوں گے، اس کی مخالفت کریں گے یا دور رہیں گے کیا کریں گے؟ مجھے بتایئے قریب یا دور موافقت یا مخالفت؟ کیا یہ ممکن ہے کہ جنہوں نے اس سنت کو اپنی زندگی میں پایا، یہ شرف ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے، سبحان اللہ۔ بعد میں آنے والے محروم ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا ہے۔ براہ راست آپ ﷺ کے ساتھ سے علم حاصل کیا ہے اور آپ ﷺ کی سیرت کا حصہ ہیں، قرآن مجید کی بعض آیات کا حصہ ہیں، ان کا ذکر ہے قرآن مجید میں۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا نام ہے سورۃ الاحزاب میں یعنی آپ اہمیت دیکھیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اور خاص طور

سے خلفائے راشدین کی جنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد خاص طور پر یہ بنایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کیسے ممکن ہے؟ دوسرے صحابہ بھی ہیں لیکن یہ جو خلفائے راشدین ہیں، مھدیین ہیں جن کی گواہی آپ ﷺ نے خود دی ہے اور ان کی سنت کو اپنی سنت سے جوڑا ہے تو کیا ان کے فہم کی کوئی حیثیت نہیں ہے، کوئی قدر و قیمت نہیں ہے؟

اچھا ہم بات کر رہے ہیں خلفائے راشدین کی جو دوسرے صحابہ ہیں دوسری روایت آگے آئے گی ان شاءاللہ تہتّر فرقوں والی حدیث اس میں صحابہ کا ذکر ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف خلفائے راشدین ہی نہیں بلکہ سارے کے سارے صحابہ اس میں شامل ہیں۔ اور کیسے ممکن ہے، آخر میں اس پوائنٹ کے تعلق سے، یہ تو صحیح فہم سے قاصر رہے اور بعد میں آنے والے صحیح فہم تک پہنچے۔ عجب بات یہ ہے کہ جنہوں نے ان بعد میں آنے والے لوگوں کو سنت تک پہنچایا، آپ ﷺ کی سنت تک پہنچایا ہے، جو ذریعہ تھے وہ قاصر رہے اور جو ان کے محتاج تھے وہ ان سے آگے بڑھے۔ عجب بات ہے کہ نہیں؟ سبحان اللہ۔

21۔ دلیل نمبر اکیس، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں:

"مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ" (مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسی بھی نبی کو نہیں بھیجا الا یہ کہ اس کی امت میں سے اس کے حواری تھے) "وَأَصْحَابٌ" (اور صحابہ تھے) "يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ" (جو اس کی سنت کو مضبوطی سے لیتے تھے) "وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ" (اور اس کے حکم کی اقتداء کرتے تھے، تعمیل کرتے تھے) "ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ" (پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے)۔ کیسے؟ دیکھیں ذرا۔ "يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ" (وہ کہیں گے جو چیز، وہ کریں گے نہیں) "وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ" (اور کریں گے وہ جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا) "فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ" (جو اپنے ہاتھ سے ان کے خلاف جہاد کرے گا وہ مومن ہے) "وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ" (اور جو اپنی زبان سے ان کے خلاف جہاد کرے گا وہ مومن ہے) "وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ" (اور جو اپنے دل سے ان کو برا سمجھے گا، دل سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے) "وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ" (اور اس کے بعد ایمان میں سے رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا)۔

صحیح مسلم کی روایت ہے اور اس حدیث میں جو شاہد ہے وہ یہ ہے کہ ہر نبی کے حواری اور صحابی ہیں۔ کیا کرتے ہیں یہ صحابی؟ "يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ" جو اپنے نبی کی سنت کو، اپنے نبی کے طریقے کو مضبوطی سے پکڑتے تھے۔ اور نبی کا طریقہ پورا دین ہوتا ہے۔ اور اس کی پیروی کرنا جانتے ہیں۔ جو سب سے زیادہ قریب ہوتے ہیں وہی سب سے زیادہ پیروی کرنے

والے ہوتے ہیں نا۔ یہ تو ان لوگوں کا ذکر ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رہتے تھے، انبیاء علیہم السلام کے دوست تھے، حواری تھے، صحابی تھے۔ جو بعد میں آئیں گے ان کا کیا حال ہے؟ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں اور جو کرتے ہیں اس کا ان کو حکم نہیں دیا جاتا۔ غرض کہ مخالفت ہی مخالفت ہے شریعت کی۔ یعنی ان سے غلطیاں زیادہ ہوں گی تقویٰ کم ہو گا، علم کم ہو گا اور آخر تک آپ جتنے بھی یہ اوصاف بیان کرنا چاہیں بیان کر دیں۔ تو ان کے خلاف جہاد کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کو برا جاننا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ کہ ہاتھ اٹھاؤ اور ان کو مارتے رہو۔ نہیں، اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ (جو تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، نہیں روک سکتا تو اپنی زبان سے روکے نہیں روک سکتا تو اسے اپنے دل سے روکے)''وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ''(اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے)۔

یہ حدیث اور وہ حدیث، اس کے آخری الفاظ ایک جیسے ہیں کہ نہیں؟ ایک جیسے ہیں۔ ہاتھ سے وہ روکتا ہے جو ہاتھ سے روک سکتا ہے یعنی حکمران، ولی امر اور اس کا جو ماتحت عملہ ہے، ہاتھ سے وہ روکتے ہیں۔ زبان سے روکتے ہیں علماء اور دل سے روکتے ہیں عوام۔ جو نہ یہ ہیں، نہ وہ ہیں، تیسرے پھر عوام ہی باقی رہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ جب کوئی منکر دیکھتے ہیں تو اپنے ہاتھوں سے اسے ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سینما ہالوں میں آگ لگا دیتے ہیں۔ بھئی کیوں آگ لگائی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہاتھ سے برائی کو روکو تو ہم نے روک دیا ہے۔ یہ کس نے کہا ہے کہ آپ کو حکم ہے، یہ اس کو حکم ہے جو ذمہ دار ہے، وہ نہیں ہے، وہ نہیں اس کو منع کرتا تو وہ گناہ گار ہے۔ عوام الناس میں سے کوئی گناہ گار نہیں ہے ہاں آپ تب گناہ گار ہیں جب آپ جائیں گے اور اس غلطی کا ارتکاب کریں گے اگر آپ نہیں جاتے اور اسے اپنے دل سے برا سمجھتے ہیں تو الحمد للہ۔ آپ سے یہی مطالبہ ہے اگر آپ عالم ہیں، آپ کے پاس کچھ دلائل یا طالب علم ہیں یا آپ داعی ہیں جس سے پاس کوئی علم ہے تو آپ لوگوں کو آگاہ کریں، حرام اور حلال کی بات کریں اور سمجھائیں تو زبان سے جہاد کریں، زبان سے منع کریں۔ اور اگر آپ عوام الناس میں سے نہیں ہیں علماء میں سے نہیں ہیں اور من باب اولیٰ اگر آپ علماء میں سے نہیں ہیں اور حکمرانوں میں سے نہیں ہیں ور صرف عوام الناس میں سے ہیں پھر آپ اپنے دل سے ہی اسے بُرا جانیں اور آپ یہ غلطی نہ کریں۔

الغرض، اس حدیث میں سے جو دلیل ہے یا وجہ الدلالۃ ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو سارے انبیاء علیہم السلام کے صحابہ میں سے سب سے بہترین صحابہ ہیں۔ ہر نبی کے اپنے صحابہ ہیں۔ جیسے آپ ﷺ نے فرمایا ہے اور کیوں کہ آپ ﷺ سب سے بہترین نبی ہیں، آپ ﷺ افضل الرسل ہیں، خاتم النبیین ہیں تو آپ ﷺ کے صحابہ بھی دوسرے انبیاء

کرام علیہم السلام کے صحابہ کے مقابلے میں سب سے اچھے ہیں۔ جب سب سے اچھے ہیں تو سنت کی پیروی اور سنت پر عمل کرنا سب سے آگے ہے کہ نہیں؟ جب دین پہ عمل کرنے میں سب سے آگے ہیں تو بغیر سمجھ کے دین پر عمل کریں گے؟ جب سمجھ کے اور فہم کے ساتھ دین پر عمل کریں گے تو پھر ان کا فہم حجت کیسے نہیں ہے؟ اور جو بعد میں آنے والے ہیں ان میں غلطی کا امکان زیادہ ہے تو ان کا قول کیسے حجت ہو سکتا ہے؟ عجب بات ہے نا۔

معیار یہ ہے کہ یہ فہم الصحابہ جو ہیں وہی معیار ہے جو متقی ہیں، پرہیز گار ہیں، ابرار ہیں، اخیار ہیں، یہی معیار ہے اور یہی حجت ہے۔

22۔ اس دلیل میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا یعنی بہت لمبا خطبہ تھا تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بدء الخلق سے لے کر آخر تک جنت اور دوزخ تک بات کو لے گئے۔ یعنی بدء الخلق، یہ ابتداء کیسے ہوئی مخلوقات کی اور جنت اور دوزخ کے ذکر تک پورے کا پورا دن میں یہ خطبہ دیا۔ ''حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ ،وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ'' یعنی جنتی کو جنت تک پہنچا دیا اور دوزخی کو دوزخ تک پہنچا دیا پھر جس نے یاد کرنا تھا یاد کر لیا اور جس نے بھلا دیا وہ بھول گیا۔ متفق الحدیث ہے اور اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس دن اس حدیث کو سنا، ان میں سے جن کو اس کی سمجھ آگئی جنہوں نے یاد کرنا تھا تو یاد کر لیا جیسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے اور سبحان اللہ، جو بھول گیا وہ بھول گیا لیکن جن کو یاد تھا انہوں نے ان مسائل کو بیان کیا اور جن کو یاد نہیں تھا تو پوچھنے سے ان کو پتہ چل گیا اور اگر نہیں بھی پوچھا تو علم باقی رہا کہ نہ رہا؟ جب علم باقی رہا اور یہ علم بغیر فہم کے ممکن نہیں ہے تو فہم بھی باقی رہی۔ جب علم بھی ہے اور فہم بھی ہے تو پھر ایسا فہم جس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہو وہ حجت کیسے نہیں ہو سکتا؟

23۔ معروف حدیث، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

(یہودیوں کے اکہتر فرقے بنے، نصاریٰ کے بہتّر فرقے بنے، میری امت کے تہتّر فرقے بنیں گے سارے کے سارے جہنم میں سوائے ایک فرقے کے)۔ بعض صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کون سا فرقہ ہے؟۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں)۔

اسے ترمذی نے روایت کیا ہے صحیح سند کے ساتھ۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امت میں افتراق ہو گا اور یہ افتراق ہو گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور تہتّر فرقے ہوں گے اور سارے کے سارے جہنم میں ہوں گے، صرف ایک فرقہ باقی بچے گا، جنت میں جائے گا اور سارے کے سارے جتنے بھی فرقے ہیں جن کی نسبت

اسلام کی طرف ہی ہے، آپ ﷺ کے امتی ہی ہیں لیکن جو ایک فرقہ باقی بچے گا اس کی نسبت بھی اسلام ہی کی طرف ہے لیکن وہ جنتی فرقہ ہے کیوں کہ وہ اس چیز پر تھا جس پر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اور اس سے یہ دلیل لی جاتی ہے، امام صاحب فرماتے ہیں کہ حق و باطل کی جو تفریق کی گئی ہے وہ اتباع صحابہ کی وجہ سے ہے جس پر وہ قائم تھے کیوں کہ دوسرے جتنے بھی فرقے ہیں جو جہنم میں جا رہے ہیں وہ بھی اپنے آپ کو امتی ہی سمجھتے ہیں اور وہ یہ جرأت نہیں کر سکتے کہ ہم آپ ﷺ کی سنت پر نہیں ہیں یا اسلام سے ہمارا تعلق نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع اور جس پر آپ ﷺ نے ان کو چھوڑا ہے جو وہ اتباع کیا کرتے تھے آپ ﷺ کی زمانے میں وہی اتباع آپ ﷺ کے زمانے کے بعد بھی قائم رہی اور یہی ہے ایک راستہ نجات کا اور ہدایت کا اور باقی جتنے بھی راستے ہیں وہ سارے کے سارے ہلاکت کی طرف راستے جاتے ہیں ہیں وہ فرق ہیں متفرق ہیں اور اس وعید کے نیچے ہیں یعنی جہنم کی طرف جاتے ہیں۔

کیوں؟ کیوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے منہج کی مخالفت ان فرقوں نے کی ہے اور ھدی صحابہ سے منہ موڑا ہے جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے اور ایک ہی وصف ہے جس کی وجہ سے وہ نجات پا سکتے تھے اور وہ ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے راستے کو اختیار کرنا، سبیل المؤمنین جسے کہا جاتا ہے۔ اور اس بات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا منہج اور جس چیز پر وہ قائم تھے اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن مجید اور آپ ﷺ کی سنت پر وہ قائم تھے انہوں نے براہ راست علم لیا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ سے۔ جو ان کو چھوڑتا ہے وہی ہلاک ہوتا ہے اور جو ان کو لازم پکڑتا ہے یعنی قرآن و سنت اور فہم السلف، یہ تین چیزیں ہیں جو ان کو لازم پکڑتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے اور ان کو لازم پکڑنا ممکن نہیں ہے جب تک کہ ان کی اتباع نہ کی جائے یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ان کے اقوال میں، افعال میں، احوال میں اور پورے کے پورے دین میں اور اسے کہتے ہیں منہج السلف۔

امام صاحب دو لفظوں میں کیا فرما رہے ہیں؟ کہ جتنے بھی فرقے ہیں تہتّر فرقے ہیں سب کہتے ہیں قرآن اور حدیث۔ ایک فرقہ کہتا ہے قرآن اور حدیث اور فہم السلف۔ جس نے قرآن و حدیث کو فہم السلف کے مطابق سمجھا اس نے نجات پائی اور جس نے قرآن و حدیث کہا تو ہے لیکن اپنی سمجھ کی یا کسی بھی سمجھ کی بنیاد پر سمجھا ہے گویا کہ فہم السلف، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فہم کے علاوہ کوئی بھی راستہ اختیار کیا ہے تو وہ گمراہ ضرور ہوا ہے۔ کیوں کہ نجات کا راستہ فہم

السلف ہی ہے اور کوئی بھی نہیں ہے قرآن اور حدیث کو سمجھنے کا نجات کا راستہ ہے "عَلَي مَا أَنَا عَلَيْهِ "قرآن اور سنت ہے "وَأَصْحَابِي "فہم القرآن وسنت ہے جیسے علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

24۔ یہی حدیث تہتّر فرقوں کی حدیث لیکن دوسرا لفظ ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں حدیث کے آخر میں "الْجَمَاعَةُ"۔ نجات کا راستہ کیا ہے؟ الْجَمَاعَةُ۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے صحیح سند کے ساتھ۔

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت سارے نصوص ہیں قرآن وسنت میں جس میں جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے اور جماعت کے لازم پکڑنے کے حکم کا مطلب کیا ہے؟ یعنی ان کے اقوال کو لازم پکڑنا، تحلیل میں، تحریم میں اور ان کو چھوڑ کر کسی اور راستے کو نہ اپنانا۔ یعنی جب آپ حلال اور حرام کی بات کرتے ہیں تو کیا بغیر فہم کہ ممکن ہے کہ آپ کسی مسئلے میں کہیں، یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے؟ ممکن نہیں ہے۔ تو فہم اس میں پھر بھی لازم آتی ہے اور بات "الْجَمَاعَةُ" کی ہے تو گویا کہ "الْجَمَاعَةُ "یعنی اجماع مراد ہے اور جہاں اجماع صحابہ ہو یا اجماع امت ہو وہ مسئلہ کیا ہوتا ہے؟ حجت ہوتا ہے، سبحان اللہ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بڑی پیاری بات فرماتے ہیں، وہ جماعت کی بات فرما رہے ہیں کہ جب ان کی جماعت متفرق اور مختلف ممالک میں مختلف شہروں میں تو بدنی یا جسمانی اجماع، اجتماع ممکن نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ الگ الگ ہیں اور بعض جگہوں پر مسلم اور کافر ایک ساتھ بھی ہوتے ہیں، اچھے اور برے ایک ساتھ ہوتے ہیں تو اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے، اجماع سے مراد یا جماعت سے مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ بدنی اجماع ہو یا اجتماع ہو سب کا کہ ایک ہی جگہ پر سب موجود ہوں تب اس کو اجماع یا اجتماع کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد ہرگز یہ نہیں ہے بلکہ جو بدنی اجماع یا اجتماع ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اس صورت میں، اس معاملے میں۔ جماعت کو لازم پکڑنے سے مراد یہ ہے کہ جس پر وہ قائم تھے، کون؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف الصالحین اسی راستے کو اپنا کر جمع ہو جانے کا نام اجماع یا اجتماع ہے یہ الْجَمَاعَةُ ہے۔ یعنی کوئی انڈیا میں ہے، کوئی پاکستان میں ہے، کوئی سعودی عرب میں ہے، کوئی بنگلہ دیش میں ہے، کوئی سوڈان میں ہے، کوئی مصر میں ہے، کوئی چین میں ہے اس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فہم کو سمجھ لیا اور اس پر وہ قائم ہے۔ کیا وہ جماعت نہیں ہے؟ جماعت ہے نا۔ یہ وہی "الْجَمَاعَةُ "ہے جس کا ذکر آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔ نجات کون پائے گا؟ "الْجَمَاعَةُ "یا میرے بعد میں آنے والے لوگ آئیں گے تہتّر فرقوں میں بٹ جائیں گے، سارے کے سارے جہنم میں سوائے ایک فرقے کے۔ کون سا فرقہ ہے؟ الْجَمَاعَةُ۔ تو کیا الْجَمَاعَةُ صرف مدینہ میں ہو گی اور کہیں کسی اور جگہ پر نہیں ہو گی؟ یا مکہ میں ہو گی

کسی خاص ملک یا شہر میں ہو گی؟ نہیں! مطلب یہ ہے کہ کس چیز نے ان کو جمع کیا ہے فہم نہیں ہے تو پھر ہے کیا؟ تو فہم نے ان کو جوڑا ہے اور یہی فہم ہی حجت ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی پیاری بات آخر تک فرمائی ہے کہ جماعت المسلمین سے مراد صرف جسمانی اجتماع نہیں ہے بلکہ ان کے راستے کو اختیار کر کے ان کے فہم کے مطابق مسائل کو سمجھنے کا نام اجماع ہے یا اجتماع ہے۔

25۔ صحیح بخاری میں، یعنی عجب دیکھیے اس حدیث میں سے فہم کیسے لیا گیا ہے یعنی دلیل کیسے لی گئی ہے؟ خوارج کی حدیث، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں، شاہد میں دلیل کا بیان کرتا ہوں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت سے مخاطب ہو کر آپ ﷺ فرماتے ہیں "تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ" (آپ لوگ اپنی نماز کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے ان کی نماز کے سامنے) "وَصِيَامُكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ" (اور اپنے روزں کو ان کے روزوں کے سامنے)۔

یہ جملہ ہے حدیث آخر تک ہے لیکن یہ جملہ میں لے لیتا ہوں صحیح بخاری کی روایت ہے۔ کہاں دلیل ہے کہ فہم السلف حجت ہے یا فہم الصحابہ حجت ہے؟ کہ جب خوارج کی نماز اور روزہ اتنا زبردست قسم کا ہو گا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی جو عبادات ہیں ان کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے کہ یہ لوگ اتنے زیادہ عبادات میں منہمک ہیں، زیادہ کرنے والے ہیں اور خوارج کا منہج بالکل غلط ہے، ثابت ہوا۔ آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے اس حدیث کے آخر میں کہ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسا کہ تیر الرَّمِيَّةِ سے یعنی شکار سے پار ہو جاتا ہے یا کمان سے نکل جاتا ہے۔

تو اس کا مطلب ہے کہ ان کا منہج تو غلط ہے۔ جب ان کا منہج غلط ہے تو باقی کیا رہا کس کا منہج باقی رہا؟ جو صحیح تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا منہج صحیح ہے اور وہ قائم ہیں ان کے فہم پر تو پھر حجت کیسے نہیں ہے؟ اگر خوارج بھی ان کو اپنا لیتے، اگرچہ comparison کیا ہو رہا ہے؟ الٹا ہو رہا ہے، سبحان اللہ۔ بات یہ نہیں کہ شدت کیسے ہے؟ عبادت میں خوبصورتی ظاہراً کیسے ہے؟ بات یہ ہے کہ اندر سے کیسے ہیں؟ عبادت کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ دل میں فہم کیسے ہے؟ نصوص کی سمجھ کیسے ہے؟ پھر ظاہر آپ نے کیا کیا ہے؟ جب ظاہر اندر کے مخالف ہو تو پھر ظاہر کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اور اندر کا اعتبار تب ہوتا ہے جب فہم صحیح فہم کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اس لیے خوارج اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے راستے کو اپنا لیتے تو پھر انہیں کی نماز اور انہیں کا روزہ سب سے اچھا ہوتا۔ لیکن جب ان کا راستہ چھوڑ دیا ہے تو ان کی یہ

خوبصورت نماز اور یہ خوبصورت روزے کوئی کام آئے؟ کوئی کام نہیں آیا واضح بات ہے۔ تو فہم صحابہ، فہم سلف جو ہے وہ حجت ہے۔

26۔ اسی دلیل پر اکتفا کرتے ہیں کہ 26 دلائل کافی ہیں، میرا خیال ہے اور اگلے درس میں ان شاءاللہ عقلی دلیل کا آغاز کریں گے۔

یحیٰ بن یعمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "سب سے پہلے جس نے تقدیر کا انکار کیا بصرہ میں معبد الجہنی تھا۔ میں اور حمید بن عبدالرحمن الحمیری دونوں حج یا عمرے کی نیت سے چلے گئے اور ہم نے یہ کہا کہ اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی سے ملاقات کر لیں اور ان سے یہ سوال کر لیں جو لوگ یہ کہتے ہیں تقدیر کے تعلق سے "آخر حدیث تک ۔ یہ پہلی حدیث ہے صحیح مسلم کی حدیث نمبر ایک بڑا پیارا قصہ ہے اور معروف حدیث ہے۔ تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جا کر کہتے ہیں تو وہ کیا فرماتے ہیں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ؟" جاؤ خبر دینا ان کو کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں"۔ معروف حدیث ہے۔

الغرض، شاہد یہاں پر ہے آگے حدیث میں نہیں یہیں پر میں رکتا ہوں۔ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فہم حجت نہ ہوتی تو اتنا لمبا سفر کر کے جانے کی ضرورت کیا تھی قرآن اور حدیث موجود تھا کہ نہیں اور یہ کون ہیں؟ تابعین ہیں یہ دونوں تابعین ہیں قرآن بھی تھا حدیث بھی تھی۔ اور معبد الجہنی نے جو تقدیر کے انکار کا فتنہ ایجاد کیا وہ رد کر سکتے تھے کہ نہیں؟ قرآن اور حدیث تو موجود تھی پڑھتے بھی تھے لیکن محض قرآن اور حدیث سے وہ رد نہ کر سکے۔ ضرورت پڑ گئی کس چیز کی؟ صحابہ کے فہم کی ضرورت پڑی کہ نہ پڑی؟ اور بصرہ سے لے کر مدینے کا سفر کرنا ٹھیک ہے کہ جا رہے ہیں تو حج اور عمرہ بھی کر لیں تو اصل مقصد کیا تھا؟ کہ ہم اس بارے میں تو پوچھیں یہ جو تقدیر کا انکار کرنے والا ہے اور یہ ایک شخص نہیں بلکہ اس کی جماعت بنی ہوئی ہے بصرہ میں۔ یہ لوگ کیسے ہیں کیا یہ حق پر ہیں؟

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تابعین بھی جانتے تھے کہ فہم السلف جو ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فہم حجت ہے۔ جب انہوں نے فرمادیا کہ میں ان سے بری ہوں اور پھر دلیل بھی بیان کی تو پھر تسلی ہوئی کہ اب جب صحابی بھی ان سے بری ہیں تو ہم بھی ان سے بری ہیں۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ فہم السلف حجت ہے۔ واللہ اعلم۔

"سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لاإِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ"

توبہ کے سفر میں دوسرا قصہ ہے وہ یہ نہیں ہے ہاں! ملتا جلتا ہے بالکل۔ میں نے پچھلے درس میں کہا تھا سبیل المؤمنین سن کر آنا کسی نے سنا ہے؟ اچھا بارک اللہ فیک آپ نے سنا ہے جزاک اللہ خیر۔ اور اس درس کے بعد جو ابھی آخری دلیل میں نے بیان کی ہے توبہ کا سفر یزید الفقیر وہ صحیح مسلم کی روایت ہے بڑا پیارا قصہ ہے وہ کہتا ہے کہ میں خوارج کی سوچ رکھتا تھا۔ یہ قدری ہے آپ یہ دیکھیں کہ ان قدریوں کا علاج کس نے کیا اور اس خارجی کا علاج کس نے کیا۔ یہاں پر بھی صحابی نے علاج کیا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کا علاج کیا اور آخر میں انہوں نے کہا کہ اس بزرگ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خوارج کی فکر سے نجات عطا فرمائی ہے۔ تو وہ بھی دلیل بنتی ہے یعنی اگر آپ 26 سے 27 کر لیں، ستائیسویں دلیل وہی یزید الفقیر کا قصہ ہے جس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ بھی اپنی فکر یعنی خوارج کے ساتھ جا رہے تھے حج پر اور وہاں پر وہ فساد برپا کرنا تھا لیکن سبحان اللہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوتی ہے مدینہ میں اور وہ جہنمیوں کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں "الجھنیون"۔ یعنی جہنمی کون ہیں؟ یہ وہ مومن ہیں جنہوں نے کبیرہ گناہوں کی وجہ سے جہنم میں سزا کاٹی پھر اس کے بعد جنت میں داخل ہوئے انہیں الجھنیون کہتے ہیں۔ تو یزید الفقیر اپنی بات کرتا ہے اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اپنی دلیل پیش کرتے ہیں جب یہ حدیث پیش کی تو یزید الفقیر خاموش ہو گیا۔ واضح دلیل ہے کہ اگر کبیرہ گناہ کرنے والا کافر ہوتا تو پھر جہنمی جو ہے الجھنیون یہ جنت میں کیا کر رہے ہیں یہ کہاں سے آئے؟ کافر پر جنت تو حرام ہے خود خوارج کہتے ہیں۔ تو دیکھیں کہ کس طریقے سے فہم السلف نے یہ نصوص تو موجود تھے یہ قرآن اور حدیث تو وہ بھی پڑھتا تھا یزید الفقیر بھی پڑھتا تھا لیکن جب تک یہ فہم السلف، فہم الصحابی سامنے نہیں آیا اس کو بات سمجھ نہیں آئی اور اس نے توبہ بھی نہیں کی۔ توبہ کا سفر سن لینا، بارک اللہ فیک۔ واللہ اعلم۔

"سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ"

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (13: فہم سلف کی شرعی حیثیت) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔